علمائے سلف اور طلب علم

محمد حبیب الرحمٰن خان شیروانی

علمائے سلف کے جن حالات سے ہم بحث کرنا چاہتے ہیں ان میں طلب علم کو سب سے اول ہم نے قائم کیا ہے اہل علم کی زندگی کے مختلف مدارج ہیں۔ یہ منزل سب سے پہلی ہے اور یہ تقدم نہ صرف بلحاظ زمانے کے ہے بلکہ باعتبار اہمیت اور شان کے بھی۔ کیونکہ یہی وہ منزل ہے جو اس بات کا فیصلہ کردیتی ہے کہ کون منزل مقصود تک پہنچے گا اور کون حرماں نصیب ہوگا ایک عالم کا ذکر آپ آگے پڑھیں گے کہ ایک شب اپنے دو طالب علموں کو انھوں نے دیکھا کہ ایک تکیہ کا سہارا لئے کتاب دیکھ رہا تھا دوسرا دوزانو مستعد بیٹھا مطالعے میں مشغول تھا اور وقتاً فوقتاً کچھ لکھتا بھی جاتا تھا جوہر شناس استاد نے یہ ماجرا دیکھ کر اول کی نسبت کہا کہ: انہ لایبلغ درجة الفضل دوسرے کی بابت فرمایا کہ سیحصل ۲م۔ ویکون له شان فی العلم۔ تجربے نے ثابت کیا کہ پیشین گوئی بالکل سچی تھی۔ پس جو منزل اس طرح آیندہ زندگی کا فیصلہ کردینے والی ہو اس کے مہتم بالشان ہونے میں کس کو کلام ہوسکتا ہے۔ اس منزل کو اگر صرف اول منزل کہہ کر چھوڑ دیا جائے تو ایک پہلو اس کا بیان ہوگا جس طرح یہ منزل سب سے اول ہے اسی طرح سب سے آخر ہے بلکہ یہ کہنا قطعاً مبالغے سے مبرا ہے کہ باکمال علماء کی زندگی میں اول سے آخر تک یہ منزل ختم نہیں ہوتی۔ آپ آگے صفحوں میں بہت سے واقعات اس دعوے کی تائید میں پائیں گے۔ اہل کمال نوے برس کی عمر میں بھی طالب علم تھے اور جب ان کی روح سکرات کے تلاطم میں تھی ان کا دل ودماغ خدمت علم میں مصروف تھا۔

مہر تو در وجودم و عشق تو در سرم　　　با شیر اندروں شد و باجاں بدر شود

شیخ الاسلام انصاری نے فرمایا ہے کہ هذا الشان شان من لیس له شان سوی هذا الشان۔ یعنی طلب علم ان جواں مردوں کا کام ہے جن کو یہی دھن ہو۔

طالب علمی کے مختلف دور ہیں۔ پہلا دور مکتب یا مدرسے ہیں یہ دور استاد کی زیرنگرانی ختم ہوتا ہے اور فی الواقع اس کو بنیاد کمال سے زیادہ کوئی لقب نہیں دیا جاسکتا۔ اگر کوئی شخص ایک عالی شان

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

عمارت کا منصوبہ دماغ میں قائم کرے اوراس کی بنیاد بھر کر سطح زمین سے کچھ بلند کردے اوراتنی محنت کے بعد وہ یہ خیال کرے کہ میں مکان بنا چکا تو یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ عالیشان عمارت بن چکی۔ چندروز میں ہوا اور بارش کے صدمے اتنی بنیاد کو بھی نسیاً منسیاً کردینگے اوراس کے بانی کی پست ہمتی کی ایک عبرتناک یادگار قائم رہ جائیگی۔ بجنسہ یہی حال ان ہونہار طالب علموں کا ہے جومدرسہ چھوڑ کر یہ سمجھ لیں کہ ہم عالم بن چکے۔ یہ طلبہ بھی اپنی ہونہاری کا خون کر کے اپنے استاد اوردوستوں کے دلوں کوحسرت کاداغ دینگے۔ دوسرا دورطالب علمی کا مدرسے کے بعد شروع ہوتا ہے جس میں انسان خود شاگرد بنتا ہے اورخود استاد۔

معلم کیست عشق وکنج خاموشی دبستانش
سبق نادانی ودانا ولم طفل سبق خوانش
زہر کس نایداین استاد شاگردی نہ ہرکو ہے
بدخشاں باشد وہر سنگریزہ لعل رخشانش

اس دور کی انتہاوہ ہے جوبلند خیال ابن العلانے مقرر کی ہے یعنی☆ مادامت الحیوۃ نحن بہ۔ یہی دورکمال کا دور ہے۔ پس طالب علمی اورکمال گویا ایک ہی ہیں اوراسی لحاظ سے ہم نے طلب علم کواول اورآخر منزل قرار دیا ہے۔

جن جواں مردوں نے میدان طلب علم کو طے کیاہے وہ جانتے ہیں کہ یہ راہ کیسی معرکہ خیز اورصبر آزما ہے۔ کہیں افلاس کا مردم خوار دیواپنی منحوس صورت دکھلاتا ہے۔ اورقوت لایموت کے حاصل ہونیکی بھی کوئی شکل نظر نہیں آتی کبھی جڑی بوٹی کے پتوں پر بسر کرنی ہوتی ہے اورکبھی نان بائی کی دکان پرصرف بوئے طعام پر قانع ہونا پڑتا ہے۔ کہیں محنت ومشقت سے دل گھبراتا ہے اور چھکے چھوٹتے ہیں۔ کسی کوناز ونعمت کے کرشمے اپنی طرف کھینچتے کسی کی نفسانی خواہشیں دست بگریبان ہوتی ہیں۔ غرض ایک ہنگامہ بلاخیز سے سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جن ارادوں میں ذرا بھی قوت کی کمی ہوتی ہے وہ ان معرکوں کے مقابلے میں پست ہوجاتے ہیں اوران کی زبان حال پر لاطاقۃ لنا الیوم کا مضمون ہوتا ہے۔ لیکن سچی طلب اپنا راستہ صاف کر کے طالب کومطلوب تک پہونچادیتی ہے۔ جس قدر دقت اورصعوبت پیش آتی ہے ان بہادر طالبوں کے عزم زیادہ مستحکم اورحوصلے زیادہ بلند ہوتے جاتے ہیں۔ اگر حوصلوں میں وسعت اورارادوں میں استحکام نہ ہوتا تو اہل اسلام کوشیخ الاسلام بقی بن مخلد امام

☆ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اورسن وفات ۲۰۴ ہجری ہے

بخاری اور حکیم ابونصر فارابی نصیب نہ ہوتے؟

کیا چقندر کے پتے اور جنگل کی گھاس کھا کر اور شب کو پاسبانوں کی لالٹینوں سے مطالعہ کر کے امام اور حکیم بن جانا آسان ہے؟ نہیں ہر گز نہیں۔ وہ کون سی قوت تھی جس نے علی بن عاصم عراقی اور ابن بحر کو ناز و نعمت کے آغوش سے چھین کر راہ طلب میں سرگرداں کردیا اور اتنا پھرایا کہ ایک کو مسند عراق اور دوسرے کو حافظ کبیر بنا کر چھوڑا۔ بیشک یہ طلب صادق ہی کا کرشمہ تھا۔ اتنی تمہید ناظرین باتمکین کے ذہن نشین کر سکے گی کہ ہم علمائے سلف کی طلب علم کی نسبت کس کس پہلو پر بحث کرنیوالے ہیں اور سچی طلب کا معیار ہمارے پاس کیا ہے؟

افلاس

انسان کا حوصلہ پست کرنے والی اور ہمت کی کمر توڑ دینے والی دنیا میں کوئی چیز غالباً افلاس سے بڑھ کر نہیں ہے۔ مفلسی میں پھنس کر آدمی عزم کا استحکام اور ارادے کی استواری بالکل کھو بیٹھتا ہے۔ اور دل و دماغ کی شگفتگی جو تمام بلند خیالیوں کا سرچشمہ ہے قطعاً معدوم ہوجاتی ہے۔ اگر ایک سرسبز چمن کی سیرابی کے سارے ذرائع مسدود کردیئے جائیں تو وہ مایہ بہجت سراپا وحشت بن جائیگا۔ اور ظاہر ہے کہ جس چمن کے نشوونما یافتہ گلبن جل کر ہیزم خشک ہوجائیں اس میں تازہ نوبادوں کے اگنے کی کیا امید ہوسکتی ہے۔ بعینہ یہی مصیبت افلاس کے ہاتھوں انسانی دل و دماغ پر نازل ہوتی ہے۔ مفلسی نہ صرف موجودہ خیالات کا ستیاناس کرتی ہے۔ بلکہ آیندہ حوصلوں اور امنگوں کا پیدا ہونا بھی بند کردیتی ہے۔

انچہ شیراں را کند روبہ مزاج　　　احتیاج ست احتیاج ست احتیاج

خدا جانے کتنی قابلیتوں کا خون اس مردم خوار دیو کی گردن پر ہے اور کس قدر استعدادیں اس بے درد کے ہاتھوں ضائع ہوئی ہیں۔ جو بلند ہمت نوجوان اپنے بڑھتے ہوئے ارادوں میں افلاس کے پھندے میں پھنس کر مایوسی کے ساتھ بے دست و پا رہ جاتے ہیں ان کی مثال بجنسہ ایسی ہے کہ ایک سیاہ ہرن اپنی طاقت اور قوت کے زعم میں اکڑا چلا جارہا ہے میدان کی وسعت اس کے دل میں امنگیں پیدا کررہی ہے اور قدم قدم پر اس کی چال بڑھتی جاتی ہے ناگاہ وہ صیاد کے مضبوط پھندوں میں جو دور تک پھیلے ہوئے ہیں) پھنس کر گر پڑا۔ اب وہ جس قدر اپنی قوت صرف کرتا ہے اتنی ہی ان

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

پھندوں کی گرفت سخت ہوتی جاتی ہے جن لوگوں نے یہ منظر ملاحظہ کیا ہے وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ جنگل کا آزاد منش پہلوان کیسا ان پھندوں میں پڑ کر اپنی چوکڑی بھول جاتا ہے۔آہ اے افلاس !تو آج تو مسلمانوں کے حوصلوں پر ہمیشہ سے زیادہ بے داد کر رہا ہے۔جس قوم میں حوصلوں کا قحط اور ہمت کا کال ہو اس میں اگر کچھ الوالعزم جویائے کمال نکل آئیں تو ان کو تو پیس کر رکھ دے۔ہائے یہ کیسا ظلم ہے۔لیکن تجھکو یاد ہوگا کہ تیرا زور آج کل کی طرح ہمیشہ ہماری ہمتوں پر غالب نہیں رہا۔

کیا تجھکو یاد نہیں ہے کہ جب حافظ الحدیث حجاج بغدادی شبابہ کے یہاں تحصیل علم کو جانے لگے تو ان کی مقدرت کی کل کائنات یہ تھی کہ ان کی دل سوز والدہ نے سو کلچے پکا دئے تھے جن کو ،ایک گھڑے میں بھر کر ساتھ لے گئے۔روٹیاں مہربان ماں نے پکادی تھیں سالن ہونہار اور دلیر فرزند نے خود تجویز کر لیا اور اتنا کثیر ولطیف کہ آج تک صدہا برس گزرنے کے بعد بھی ویسا ہی تر و تازہ موجود ہے وہ کیا؟ دجلے کا پانی۔حجاج ہر روز ایک روٹی دجلے کے پانی میں بھگو کر کھالیتے اور استاد سے پڑھتے جس روز وہ روٹیاں ختم ہوگئیں ان کو استاد کا فیض بخش دروازہ چھوڑنا پڑا۵۔

شیخ الاسلام بقی بن مخلد اس سے بھی زیادہ موثر حکایت بیان کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جس پر ایام طالب علمی میں اتنا سخت زمانہ گزرتا تھا کہ بے مائیگی کی وجہ سے چقندر کے پتے کھا کر بسر کرتا۶۔پتے کھانا کچھ زیادہ عجیب بات نہیں۔بھوک وہ بلا ہے کہ لخت جگر بچوں کے کباب ماں باپ کو کھلا کر چھوڑتی ہے۔قابل تحسین وہزار آفریں یہ امر ہے کہ جس افلاس نے چقندر کے پتے کھانے پر مجبور کیا اس میں اتنی قوت نہ تھی کہ علمی شوق پر غالب آتا اور اس دلیر طالب علم کی ہمت توڑ دیتا یادش بخیر امام بخاری کو ایام طالب علمی میں ایک سفر میں تہی دستی نے اتنا مجبور کیا کہ تین دن برابر انھوں نے جنگل کی بوٹیاں کھائیں ۷۔

ابن المقری ابوالشیخ۔اور طبرانی یہ تینوں شیخ عصر ایک زمانہ میں مدینہ طیبہ میں طالب علمی کرتے تھے۔ایک باران پر ایسا وقت آیا کہ خرچ کی قلت نے بہت پریشان کیا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ روزے پر روزہ رکھا۔<u>بھوک نے جب بہت مضطرب کیا تو انھوں نے حضرت سرور کائنات کا وسیلہ ڈھونڈا اور سب کے سب مل کر آستانہ پاک پر گدایانہ حاضر ہوئے اور صدا دی کہ ''یارسول اللہ الجوع''</u>،اس کے بعد طبرانی تو وہیں بیٹھ گئے اور کہا کہ یا موت آئیگی یا روزی۔ابن مقری اور ابوالشیخ لوٹ کر فرودگاہ پر چلے آئے۔<u>وہ صدا خالی کب جاتی</u> کچھ عرصے کے بعد دروازہ مکان پر کسی ۔

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

دی دروازہ جو کھولا تو دیکھا کہ ایک والا دودمان علوی مع دو غلاموں کے تشریف فرما ہیں اور غلاموں کے سروں پر بہت سا سامان ہے۔ان کو دیکھ کر علوی نے کہا کہ آپ لوگوں نے میری شکایت حضور نبوی میں کی ۔خواب میں آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تمہارے پاس کچھ پہنچادوں ....چنانچہ یہ حاضر ہے۸۔

شیخ الفقہاء امام برقانی جب اسفرائن پڑھنے گئے تو ان کے پاس تین اشرفیاں اور ایک درہم تھا۔سو اتفاق سے اشرفیاں راہ میں گم ہوگئیں درہم باقی رہ گیا۔اسفرائن پہونچ کر وہ درہم ایک نان بائی کے یہاں جمع کردیا۔ہر روز اس سے دو روٹیاں لے لیتے ۔اور احمد بن بشیر کے یہاں سے ایک جز کتاب کالاکر شام تک نقل کرتے اور شام کو نقل شدہ جز واپس پہونچادیتے تیس جز نقل ہوگئے تھے کہ درہم ختم ہوگیا۔اور انھوں نے مجبور ہوکر اسفرائن سے سفر اختیار کیا۹۔امام ابو علی بلخی جب عسقلان میں تھے تو خرچ سے اس قدر تنگ ہوئے کہ کئی فاقوں کی نوبت پہنچی اور ضعف نے لکھنے سے معذور کردیا جب بھوک کی اذیت برداشت نہ ہوسکی تو نان بائی کی دکان پر اس غرض سے جا بیٹھے کہ کھانے کی خوشبو سے ہی کچھ تقویت طبیعت کو پہونچالیں۱۰۔

فن حدیث کے عالی مرتبہ امام ابوحاتم رازی اپنا قصہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں زمانہ طالب علمی میں چودہ برس بصرے رہا۔ایک مرتبہ تنگ دستی کی یہ نوبت پہنچی کہ کپڑے تک بیچ کھائے جب کپڑے بھی نہ رہے تو دو دن بھوکا رہا آخر ایک رفیق سے اظہار حال کیا خوش قسمتی سے اس کے پاس ایک اشرفی تھی نصف اس نے مجھ کو دے دی۱۱۔

امام ابن جریر طبری نے تنگی خرچ کے سبب سے اپنے کرتے کی دونوں آستینیں بیچ کر کھالی تھیں۱۲۔

ابن ابی داؤد جب کوفہ طالب علمی کرنے گئے تو صرف ایک درہم پاس تھا اس کا باقلا خریدا۔باقلا کھاتے اور طالب علمی کرتے۱۳۔

شیخ الاسلام ابوالعلائے ہمدانی کو بغداد میں کسی نے اس حال میں دیکھا کہ رات کو مسجد کے چراغ کی روشنی میں جو بلندی پر تھا کھڑے کھڑے لکھ رہے تھے ۔ظاہر ہے کہ اگر ان کو روغن خریدنے کی مقدرت ہوتی تو یہ تکلیف وصعوبت کیوں گوارا کرتے۱۴۔حکیم ابونصر فارابی جس کا ایک عالم میں شہرہ ہے اس کی نسبت بہت کم لوگ جانتے ہوں گے کہ وہ عہد طالب علمی میں تہی دستی کی بدولت چراغ کا تیل خریدنے سے بھی معذور تھا۔تاہم اس کا شوق بیکار رہنے والا نہ تھا۔رات کو پاسبانوں کی قندیلوں سے

کام لیتا۔اوران کی روشنی میں کتاب کا مطالعہ کیا کرتا اسی تنگ حالی میں اس نے ایسی علمی ترقی کی کہ سارے جہان میں اپنا نام روشن کرگیا[۱۵]۔

سفر:

آج کل مسلمانوں کی علمی دنیا میں جوافسردگی چھائی ہوئی ہے اس پرلحاظ کرکے یہ عنوان نرالامعلوم ہوگا۔موجودہ حالت دیکھ کرشکل سے باور ہوسکتا ہے کہ کبھی ہم بھی ایسے لوگ تھے جوعلم کی دھن میں براعظم اورسمندر کاٹے کرڈالنا ایک معمولی بات سمجھتے تھے جوایک کتاب کی خاطر صدہا میل پیادہ جاتے اورجوصرف نباتات کے حالات تحقیق کرنے ملکوں ملکوں پھرتے اگران کے دلوں میں وہ جوش اوردماغوں میں وہ ولولہ نہ ہوتا تو ہم کوابن بیطاراورسید شریف نصیب نہ ہوتے۔ابوحاتم رازی اورحافظ ابن طاہر کے کارنامے ہمارےقومی خیالوں میں فخر نہ پیدا کرتے۔علمائے سلف کے حالات دیکھنے سے عیاں ہوتاہے کہ ان بزرگوں کے دل میں شوق علم کی ایک بیتابی تھی جوان کوکسی شہریا ملک میں قرارنہیں لینے دیتی تھی اورایک سمندر سے دوسرے سمندرمیں اورایک براعظم سے دوسرے براعظم میں لئے پھرتی ۔اگرآج ہمارے دلوں میں اس کاایک شمہ بھی ہوتاتو ہم علم وفن میں ہرقوم وملت کے مقابلے میں پست ہوتے اورحق یہ ہے کہ جب ہمارے ارادے پست ہماری ہمتیں قاصر ہورہی ہیں تو ہمارااسلاف کے کارناموں پراترانا ان بزرگوں کے نام روشن کووہبہ لگاناہے اوراپنے آپ کوحقیر کرنا۔جس ملت کے پیشوا کا یہ مقولہ ہوکہ اطلبوا العلم ولو کان بالصین اس ملت کے افراد کوسفر کانام سن کرلرزہ چڑھے ؟ ۔ هذا لعمری فی القیاس بدیع اورجس قوم کے بچے بچے کے کان اس حکیمانہ مقولے سے آشنا ہوں کہ۔

تابدکان خانہ درگردی ہرگزاے خام آدمی نہ شوی

وہ گھر سے باہرقدم نہ نکالے ؟ ھذا لشیء عجاب ۔محدثین کے حالات پڑھنے سے لفظ ”حلت،،بجائے خودایک مقدس لفظ معلوم ہونے لگتاہے۔حیف۔ایک وہ گروہ قدسی تھا کہ جس نے سیاحت کرتے کرتے خودلفظ میں تقدس پیدا کردیا اورایک ہم ہیں کہ گھر میں گھسے گھسے سارے عالم کے یہ ذہن نشین کردیا کہ ”مسلمان ،،اور”سفر،،ان دونوں لفظوں میں کوئی مناسبت ہی نہیں۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حدوداللہ قریبی اوردوری تمام لوگوں پرقائم کرو ☆

یہ قصہ دراز ہے اور ہم کو دوسری داستان بیان کرنی ہے اس لئے اس سے قطع نظر کر کے ہم اپنے مدعا کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔سب سے اول ہم ان سیاحتوں کا ذکر کریں گے جو علمائے سلف نے احادیث نبویہ کے حاصل کرنے کے واسطے کیں ۔کیونکہ مسلمانوں کی علمی دنیا میں سفر کا رواج ابتداء اسی پاک فن کی بدولت ہوا ہے۔محدثین کے سفر کا یہ حال بیان کرنے کے بعد ہم ان علماء کا حال لکھیں گے جنہوں نے حدیث کے سوااور علوم کے حاصل اور دقائق علمیہ کے حل کرنے کے واسطے دوردراز ممالک کے سفر اختیار کئے تھے۔

امام مالک نے حضرت سعید بن المسیب تابعی سے روایت کی ہے کہ میں ایک ایک حدیث کی خاطر راتوں اوردنوں پیادہ پاچلا ہوں۱۶۔امام دارمی نے طلب حدیث میں حرمین۔خراسان ۔عراق۔شام اور مصر کا سفر کیا تھا۱۷۔صحیح بخاری کے مصنف امام بخاری نے چودہ برس کے سن میں سیاحت شروع کردی تھی۔ان کی والدہ اورخواہر سفر میں نگراں تھیں۔بخارا سے لے کر مصر تک سارے ممالک اس عالی مقام امام کے سفر۱۸ کی فہرست میں ہیں۔

ابو حاتم رازی نے اپنی سرگزشت خود بیان کی ہے کہ میں نے تیس ہزار فرسخ سے زیادہ مسافت پیادہ پا طے کی ہے۔(ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے لہذا ان کی پیادہ روی نو ہزار میل سے زائد ہوئی) یہ ان کی سیاحت کی انتہا نہیں بلکہ شمار کی حد ہے ۔کیونکہ امام ممدوح فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے میلوں کا شمار کرنا چھوڑ دیا۱۹۔

امام فسوی نے تیس برس سفر میں بسر کردیئے۲۰۔شیخ الاسلام بقی ابن مخلد نے دوسواسی شیوخ سے حدیث روایت کی ہے۔خود انہوں نے فرمایا ہے کہ میں جس شیخ کے پاس گیا پیادہ پا گیا۔۲۱محدث اندلس(اسپین)ابن حیون نے حدیث اندلس۔عراق۔حجاز اوریمن کے شیوخ کی خدمت میں حاضر ہوکر اخذ کی۲۲۔یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے یہ سفر کس راستے سے کیا۔لیکن نقشے کے معاملے سے واضح ہوتا ہے کہ اگر یہ سفر دریا کے راستے سے کیا گیا تو پورا بحیرہ روم اورشام وکمال بحراحمر انہوں نے طے کیا ہوگا۔اور اگر خشکی میں کیا ہوگا تو طنجے سے لے کر سوئز تک سارا براعظم افریقہ انہوں نے پیدل سفر کیا ہوگا اس کے بعد اگر براہ راست یمن آئے تو کل بحراحمر میں سفر کر کے یمن پہونچے ہوں گے اوراگر بیت المقدس وغیرہ کی جانب سے چلے گئے ہونگے تو شام وحجاز وعراق میں پھر کر انہوں نے منزل علمی ختم کی ہوگی ۔مگر چونکہ ان کے سلسلہ سفر میں مصر کا ذکر نہیں اس لئے غالبا

بحری راستے سے یہ سفر ہوا ہے۔ کیونکہ خشکی کے راستے میں ضرور مصر پڑتا اور یہ ناممکن سا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں کوئی طالب علم مصر جاتا اور وہاں کے مشائخ سے استفادہ نہ کرتا۔ اسپین سے یمن براہ راست ساڑھے تین ہزار میل سے زیادہ ہے۔

ابن المقری بیان فرماتے ہیں کہ میں نے صرف ایک نسخہ ابن نضالہ کی خاطر ستر منزل کا سفر کیا تھا۔ اس نسخے کی ظاہری حیثیت یہ ہے کہ اگر کسی نان بائی کو دیا جائے تو وہ ایک روٹی بھی اس کے عوض میں دینا گوارا نہ کرے ایک منزل معمولی طور پر بارہ میل کی قرار دی گئی ہے۔ پس اگلے علماء آٹھ سو چالیس میل ایک ایک کتاب کی خاطر طے کر ڈالتے تھے) اس کے علاوہ امام موصوف نے چار مرتبہ مشرق (ممالک ایشیا) اور مغرب (ممالک افریقہ و اسپین) کا سفر کیا تھا اور دس دفعہ بیت المقدس گئے تھے۔۲۳ حافظ ابن مفرح نے سعید بن الاعرابی سے حدیث کی سماعت مکہ مکرمہ میں کی۔ ابن راشد سے دمشق میں۔ قاسم بن اصبغ سے قرطبہ (کارڈا لملک اسپین) میں ابن سلیمان سے طرابلس میں۔ محمد سے مصر میں اور دیگر مشائخ سے جدہ۔ صنعا اور بیت المقدس میں۲۴ یہ مقامات اگر نقشے میں دیکھے جائیں تو تین براعظموں میں بکھرے ہوئے ملیں گے۔ قرطبہ یورپ میں۔ مصر افریقہ میں۔ طرابلس سے مراد اگر طرابلس شام ہے تو ایشیا میں ہے ورنہ افریقہ میں باقی مقامات ایشیا میں۔ عبرت کا مقام ہے کہ جو مقامات ایک زمانے میں ہمارے پاک مذہبی علوم کے سرچشمہ تھے وہاں آج کوئی مذہب اسلام کا ماننے والا تو بڑی بات ہے جاننے والا بھی نہیں۔ اسپین میں اگر کوئی شخص جا کر سیاحت کرے تو کیا اس کے گمان میں بھی آ سکتا ہے کہ دنیا کے اسلام کے نامور عالم اور مشائخ بیسیوں سیکڑوں ہزاروں اس سرزمین سے اٹھے تھے۔ ابن عبدالبر حمیدی۔ شیخ اکبر کہاں کے تھے؟ اسی اسپین کے جو آج یورپ میں بل کر بھاگے ہوئے غلام کی طرح اپنے آقا کی صورت سے بیزار ہے۔ اگر ہم عبرت حاصل کریں تو ہماری آنکھیں کھونے کیواسطے یہ واقعہ کم نہیں کہ مادرزاد نابینا حافظ الحدیث ابوالعباس رازی اپنے نبی پاک ﷺ کے اقوال و افعال کی شیفتگی میں بلخ ۲۵۔ بخارا، نیشاپور اور بغداد کا سفر کرتے پھرتے تھے۔۲۶ امام ممدوح باوجودیکہ دنیا کے دیکھنے سے محروم تھے تاہم ان کی بھی سوانح عمری باب سیاحت سے خالی نہیں۔ حیف ہم پر جو خدا کی دی ہوئی ایک چھوڑ دو دو آنکھیں رکھتے ہیں عالم کو دیکھتے ہیں اور پھر بھی آنکھیں بند ہیں۔ حافظ ولید سرقسطی (باشندہ سراگوسا ملک اسپین) کے حالات میں امام ذہبی فرماتے ہیں رحل من اقصی الاندلس الی خراسان یعنی انہوں نے انتہائے اندلس سے خراسان

تک سفر کیا۔حافظ ممدوح سراگوسا میں پیدا ہوئے تھے اور سرزمین دھنوز(واقع ایران)میں آرام کررہے ہیں ۲۷۔امام ابوزکریا کے سفر کا آغاز بخارا سے اور انجام قیروان (واقع افریقہ) پر ہے ۲۸۔

حافظ ابن طاہر مقدسی نے جتنے سفر طلب حدیث میں کئے ان میں کبھی انہوں نے کسی سواری کا سہارا نہیں لیا۔سواری اور باربرداری دونوں کا کام وہ اپنے ہی نفس سے لیتے تھے سفر پیادہ پا کرتے تھے اور کتابوں کا پشتارہ پشت پر ہوتا تھا۔مشقت پیادہ روی کبھی کبھی یہ رنگ لاتی کہ پیشاب میں خون آنے لگتا۔اسی جفاکشی سے جو سیاحت حافظ ممدوح نے کی اس میں حسب ذیل مقامات منجملہ اور مقاموں کے تھے۔بغداد مکہ مکرمہ،جزیرہ تنیس ۲۹(واقع بحیرہ روم،دمشق،حلب،جزیرہ،اصفہان ،نیشاپور،ہرات،رحبہ۳۰،لوقان،مدینہ طیبہ،نہاوند،ہمدان،واسط سادہ،اسدآباد،انبار،رضرای آمل ،اسواز،بسطام استرآباد،بوشخ ،خسروجرد،جرجان،آمدہ ،بصرہ،دنیور۳۱زی،سرخس،شیراز،قزوین،کوفہ۳۲۔

حافظ ابوعبداللہ اصفہانی ایک مرتبہ اپنے مقامات رحلۃ کی تفصیل بیان کرنے لگے کہ میں حدیث حاصل کرنے گیا ہوں۔طوس،ہرات،بلخ،بخارا،سمرقند،کرمان،نیشاپور،جرجان۔غرض اسی طرح وہ نام لیتے گئے یہاں تک کہ ایک سوبیس مقامات کے نام لے ڈالے۳۳۔میں خیال کرتا ہوں کہ اگر ایک سوبیس مقاموں کے نام مسلسل لئے جائیں تو سننے والے گھبرا جائیں گے۔آفریں اس باہمت جوان مرد پر جو اتنے مقاموں کا سفر کرتے کرتے نہیں گھبرایا۔

واقعہ ذیل اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ کیا شوق علم کے واسطے سفر کرنے کا ان دنوں مسلمانوں کے دلوں میں تھا۔امام اسمعیلی نے جب محمد بن ایوب رازی کی خبر وفات سنی تو روئے چیخے کپڑے پھاڑ ڈالے اور سر پر خاک ڈالی۔ان کی پریشانی دیکھ کر سارے گھر والے جمع ہوگئے اور پوچھا خیر ہے کیا حال ہے۔انہوں نے دلگیر ہو کر کہا کہ تم لوگ مجھ کو سفر کرنے سے روکتے رہے آخر محمد بن ایوب وفات پا گئے اب میں ان کو کہاں پاؤں گا۔گھر والوں نے ان کو تسلی دی اور انتظام کرکے ماموں کے ہمراہ شہر نسا کو ایک دوسرے شیخ وقت ابن سفیان کی خدمت میں بھیجدیا۔اسمعیلی کا سن اس وقت ستر برس کا تھا تاہم اتنی عمر تک بھی گھر میں بیٹھا رہنا انہوں نے مصیبت خیال کیا۔۳۴

اسی کے قریب قریب امام ابوسعد کا واقعہ ہے کہ جب وہ سولہ برس کی عمر میں سفر کرکے حافظ ابونصر زینی سے پڑھنے بغداد گئے تو وہاں پہنچ کر ان کے وفات پانے کی خبر سنی۔اس جگر خراش خبر نے ایسا صدمہ

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

ابوسعد کے دل کو پہنچایا کہ وہ چیخ کر رودیئے۔طمانچوں سے منہ لال کرلیااورحسرت سے کہا کہ من این لی علی بن الجد عن شعیة۳۵۔

امام عزالدین مقدسی چودہ برس کی عمر میں تحصیل علم کے واسطے بغداد پہنچ گئے تھے۳۶۔حافظ ابوالخطاب اندلسی نے تحصیل علم کی غرض سے اولاتمام ملک اسپین میں سفرکیاوہاں سے فارغ ہوکرمراکش (مراکو)آئے۔مراکش اوردیگر ممالک حبش کی سیاحت کے بعد مصرپہونچے اورمصر کے بعد شام ،عراق،عرب عراق عجم اورخراسان کاسفرکیا۔اوراس طرح تین براعظم ان کے ملک پیماقدموں کے نیچے سے نکل گئے۔۳۷

امام ابوالولید باجی شہرباجہ میں اجواشبیلیہ کے متصل اسپین میں واقع تھا)پیداہوئے تھے۔علوم عقلیہ پڑھنے کے واسطے سفرکرکے موصل آئے اوروہاں ابوجعفرسمنانی سے ان علوم کوحاصل کیا۳۸۔

فن ادب کے مشہور امام کسائی ایک مجلس علمامیں اکثر جایاکرتے تھے ایک دن جووہاں پہونچے تو بہت خستہ ہوگئے تھے۔اپنی خستگی ظاہرکرنے کے لئے انہوں نے کہا''عییت ،،(بالتشدید)یعنی میں تھک گیا۔اہل مجلس نے ٹوکا کہ تم غلط لفظ استعمال کررہے ہو انہوں نے وجہ دریافت کی توجواب ملا کہ اگرتمھاری مراد ماندگی ہے تواعییت کہو اوراگردرماندگی کااظہار مقصود ہے تولفظ عییت (بالتخفیف)استعمال کرو۔کسائی کے دل پراس اعتراض سے ایک چوٹ لگی اورفورامجلس سے باہرنکل آئے اوریہ تہیہ کرلیاکہ وہ فن سیکھنا چاہیئے جس سے پھرآئندہ ایسی خفت کسی محفل میں حاصل نہ ہو۔یہ عزم کرکےفن ادب کے استاد یگانہ خلیل بصری کی خدمت میں حاضرہوئے اورپڑھنا شروع کیا۔مگرجورتبہ امامت ان کواس فن میں ملنے والا تھا اس کے حصول کے لئے خلیل کی مجلس کافی نہ

نئی کتاب ....ایک طالب علم کی

سفری یادداشتیں

نوراحمد شاہتاز

ناشر:اسکالرز اکیڈمی کراچی......ہراچھے بکسٹال پر دستیاب ہے۔

کسی سرزمین پرایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر

تھی۔ایک دن ایک بدوی نے ان پر طعن کیا کہ تم کان ادب بنی تمیم اور بنی اسد کو چھوڑ کر عربیت حاصل کرنے بصرے آئے ہو۔یہ چبھتا ہوا فقرہ کسائی کے دل میں اثر کر گیا اور اپنے علامہ استاد سے کسی موقعے پر انہوں نے پوچھا کہ آپ نے فن ادب کہاں سیکھا۔استاد نے جواب دیا کہ حجاز ۳۹۔تہامہ اور نجد کے جنگلوں میں یہ سن کر کسائی کے سر میں تازہ سودا پیدا ہوا اور شہر چھوڑ کر صحرا کی راہ لی۔اور قبیلہ درقبیلہ اتنے پھرے کہ اس فن کے امام بن گئے جس کے جاننے سے شرمندہ ہونا پڑا تھا۔کیا مبارک تھی کسائی کی غلطی جس نے لاکھوں کروڑوں آدمیوں کو صحیح عربی پر قادر کردیا۔اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگلے مسلمانوں کی علمی حمیت کیسی حساس تھی جس کو جوش میں لانے کے لئے ادنے تحریک کافی ہوتی تھی۔شاید بیجانہ ہوگا اگر ہم اس کی اور دو ایک مثالیں ہدیہ ناظرین کریں۔ایک دوسرے امام ادب سیبویہ کا قصہ ہے کہ ابتدا طالب علمی میں وہ فقہ اور حدیث پڑھا کرتے تھے۔نحو سے اس وقت تک چنداں مناسبت نہ تھی۔اس زمانے میں وہ حماد بن سلمہ کے مستملی ۴۰بھی تھے ایک روز کسی حدیث کی روایت میں حماد نے الفاظ لیس ابا الدرداء کہے۔سیبویہ نے ان کو ادا کرتے وقت لیس ابو الدرداء سامعین کو سنایا۔شیخ نے کہا کہ غلط لفظ مت بناؤ لیس ابا الدرداء کہو۔اس گرفت سے سیبویہ کو نہایت انفعال ہوا اور انہوں نے دل میں کہا کہ میں وہ علم کیوں نہ سیکھوں جو ایسی غلطیوں سے محفوظ رکھے۔چنانچہ انہوں نے نحو سیکھنی شروع کی اور اس جہد اور کوشش سے سیکھی کہ سیکڑوں برس سے طلبہ ان کا نام لے لے کر نحوی ہو رہے ہیں ۴۱ اشبیلیہ کے مشہور طبیب قاضی ابو بکر کو آغاز عمر میں شطرنج کی بہت لت تھی۔مثل ہے کہ کار بکثرت۔کثرت نے وہ مہارت پیدا کی کہ ان کا لقب شطرنجی پڑ گیا۔یہ ذلیل لقب قاضی صاحب کے دلکو صدمہ پہونچاتا تھا۔آخر ان کی غیرت نے یہ مشورہ دیا کہ کسی علم میں کمال پیدا کرنا چاہیئے تاکہ اس علم کی نسبت یہ داغ بدنامی مٹادے۔غور کر کے انہوں نے طب کو پسند کیا اور اس فن شریف میں وہ کمال اور نام پیدا کیا کہ آج قریبا سات سو برس کے بعد ان کا حال آپ میرٹھ میں سن رہے ہیں نہ ظاہر ہے کہ اس ناآوری کے سامنے وہ بدنام کنندہ لقب کیا ٹھہرتا لوگ ابو بکر طبیب کو دیکھ کر شطرنجی قاضی صاحب کو بھول گئے ۴۲ ادیب مشہور ابن جنی موصل میں فن نحو کا درس دیا کرتے تھے ایک روز اسی میدان کے شہسوار ابو علی فارسی وہاں وارد ہوئے اور ایک مسئلہ میں جو ابن جنی سے الجھے تو وہ دم بخود رہ گئے ان کو حیران دیکھ کر پختہ کار ابو علی نے طنزاً کہا زببت قبل ان تحصرم ۴۳ اور اتنا کہہ کر وہاں سے چلے آئے ان کے چلے آنے کے بعد ابن جنی نے دریافت کیا کہ یہ

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ھجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

کون تھے۔لوگوں نے کہاابوعلی فارسی یہ سن کرابن جنی مسند تدریس چھوڑ کرابوعلی کی شاگردی کے شوق میں اٹھ کھڑے ہوئے۔جب تک یہ ان کی فرودگاہ پرآئیں وہ وہاں سے روانہ ہو چکے تھے۔آخر اگلی منزل پر جالیااور تلمذ کی آرزوظاہر کرکے ساتھ ہوئے جب تک ابوعلی زندہ رہے انہوں نے ان کا دامن عاطفت نہیں چھوڑا۔اوراس طرح داغ حامی اپنے دامن سے چھڑاڈالا۔آمدم برسر مطلب امام نصر بن شمیل نے چالیس برس صرف مختلف قبائل کی زبانوں کی تحقیقات کی خاطر صحرائے عرب میں بسر کردئے[۴۴]۔اندلس کے طبیب ابن رویہ نے ان نباتات کے حالات دریافت کرنے کے لئے جومغرب میں پیدانہیں ہوتیں۔مدتوں سیاحت کی۔اسپین سے مصر آئے اورمصر سے شام عراق کاسفرکیا۔ان ممالک کے تمام نباتات کوخاص ان کی روئیدگی کے مقامات میں جاکرمشاہدہ کیا۔اوران کے افعال وخواص کی تحقیقات کی۔[۴۵]اسی طرح علم نباتات کے بے نظیر عالم ضیاء الدین ابن بیطار نے خاص نباتات کی تحقیقات کی غرض سے ممالک روم،یونان اوراسپین کوچھان ڈالا۔ان ملکوں کی تمام بوٹیاں ان کی پیدائش کی جگہ جاکردیکھیں اوران کے احوال تحقیق کرکے قلمبند کئے۔ابوالمنظور نے بہت سی نئی نباتات ایسی دریافت کیں جن کاذکر متقدمین کی کتابوں میں نہ تھا۔ان کاطریقہ یہ تھا کہ جومقامات روئیدگی نباتات کے واسطے مشہور تھے مثلاجبلِ لبنان (شام)ان میں پھرتے اور بوٹیوں کودیکھتے اورجانچتے ایک مصور ہررنگ کی روشنائی لئے ان کے ہمراہ رہتا۔نباتات کاخودمشاہدہ کرلینے کے بعدمصور کودکھلاتے اوروہ اس کے رنگ،شاخ اور برگ وبیخ کااندازہ کرکے ہوبہواس کی تصویر کھینچتا یہ محقق طبیب ایک بار کے مشاہدہ پرقانع نہ ہوتا۔بلکہ نشوونما کے مختلف مدارج میں نباتات کامعائنہ کرتا۔ایام نمودتازگی کی علیحدہ تصویر کھچواتااورزمانہ کمال کی جدا۔اورجب وہ بوٹی خشک ہوجاتی توایک تیسرانقشہ لیاجاتا۔اسی طرح ہربوٹی کی تصویراس نے اپنی کتاب میں (جوادویہ مفردہ کے حال میں تھی)درج کی تھیں۔جن کودیکھ کرناظرین کتاب ان نباتات کی مختلف اشکال صحیحہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیتے تھے۔کاش ان دنوں میں چھاپاہوتاتوآج ایک عمدہ ثبوت اگلے مسلمانوں کی علمی تحقیقات کاہم پیش کرسکتے[۴۶]۔

علامہ سیدشریف کوایام طالب علمی میں یہ شوق ہواکہ شرح مطالع خوداس کے مصنف سے پڑہیں۔اسی دھن میں وہ ہرات پہونچے اورعلامہ رازی سے ملے۔ان کی عمراس وقت دسویں منزل کی انتہاپرپہنچی تھی اورقوی اپنی آخری بہاردکھارہے تھے۔کہن سال علامہ نے جوان ہمت سیدکوپڑھانااپنی طاقت سے

باہر سمجھ کر ان سے کہا کہ تم میرے شاگرد مبارک شاہ کے پاس قاہرہ چلے جاؤ اس کا پڑھانا میرا پڑھانا ہے اور چلتے وقت سفارش لکھدی میر سید شریف کا شوق ان کو خراسان سے مصر لے پہنچا۔قاہرہ پہنچ کروہ مبارک شاہ سے ملے اور استاد کا خط ان کو دیا۔سفارش کے اثر سے یہ حلقہ درس میں تو داخل کر لئے گئے۔لیکن نہ ان کا مستقل سبق مقرر ہوسکا اور نہ جماعت میں قرات کی اجازت ملی مجبور اُسماعت پر قانع ہونا پڑا۔ایک شب مبارک شاہ صحن مدرسہ میں ٹہل رہے تھے کہ ایک جانب سے کسی کی آواز کان میں آنے لگی متوجہ ہو کر سنا تو میر سید شریف کہہ رہے تھے۔**قال المصنف کذا وقال الاستاذ کذا واقول کذا**۔خوبی بیان مبارک شاہ کے دل میں گھر کر گئی اور صبح کو انہوں نے سید جرجانی کو سب طلبہ پر مقدم کر دیا۔جہاں پیا ابن بطوطہ جب اسکندریہ پہنچا تو شیخ روزگار برہان الدین اخرج کے حضور میں بھی گیا۔شیخ نے اثنائے ملاقات میں اس سے اپنے تین بھائیوں کو سلام پہنچانے کی فرمایش کی جن میں سے ایک فریدالدین نامی ہند میں تھے۔دوسرے زین الدین سندھ میں اور تیسرے برہان الدین چین میں۔چنانچہ ابن بطوطہ نے دوران سیاحت میں ان سب کو مقامات مذکورہ میں پایا اور مشتاق بھائی کا سلام پہنچا دیا۔

اس زمانے میں سفر جن مصیبتوں سے ہوا کرتا تھا اور سیاحت میں جو صعوبتیں اٹھانی پڑتی تھیں وہ ذیل کے واقعے سے خیال میں آسکتی ہیں۔(جاری ہے)

حواشی

۱۔اس کو فضیلت کا رتبہ حاصل نہ ہوگا ۲۔یہ شاندار فاضل ہوگا۔
۳۔تذ۔ج ۲۔صفحہ ۱۳۰ ۴۔تذ۔ج ۲ صفحہ ۲۰۴ جب تک زندگی بخیر رہے۔
۵۔مقدمہ صفحہ ۵۶۶ ۶۔تذ۔ج ۳ صفحہ ۱۸۳ ۷۔تذ ج ۳ صفحہ ۲۷۵
۸۔تذ۔ج ۳۔صفحہ ۳۷۱ ۹۔تذ ج ۴۔صفحہ ۴۷ ۱۰۔تذ۔ج ۲۔صفحہ ۲۸۰
۱۱۔تذ۔ج ۲ ۸صفحہ ۳۲۹ ۱۲۔تذ ج ۴۔صفحہ ۱۲۰ ۱۳۔عیون ج ۲۔صفحہ ۱۳۴
۱۴۔تذ۔ج ۱۔صفحہ ۴۸۔ ۱۵۔تذ۔ج ۲۔صفحہ ۱۱۴ ۱۶۔تذ ج ۲۔صفحہ ۱۳۴
۱۷۔تذ ج ۲ صفحہ ۱۴۷ ۱۸۔تذ ج ۲۔صفحہ ۱۶۰ ۱۹۔تذ ج ۲ صفحہ ۲۰۵
۲۰۔تذ۔ج ۲۔صفحہ ۴ ۲۱۔بلخ سے بغداد براہ بخارا ۱۳۶۵ میل ہے

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

۲۲۔تذ۔ج ۳صفحہ ۲۳۳ ۲۳۔تذ۔ج ۳صفحہ ۲۳۳و ۲۸۰و ۲۸۱ ۲۴۔تذ۔ج ۳۔صفحہ ۳۵۱

۲۵۔بکسر تائے مثناۃ وکسرہ نون مشدد وسکون یائے تحتانی وسین مہملہ

۲۶۔بضم رائے مہملہ وسکون حائے مہملہ ۲۷۔بکسر وال مہملہ و فتح نون

۲۸۔تذ۔ج ۴۔صفحہ ۴۰ ۲۹۔تذ۔ج ۴۔صفحہ ۵۳ ۳۰۔تذ ج ۳۔صفحہ ۱۶۱

۳۱۔تذ ج ۴صفحہ ۸۰ ۳۲۔تذ ج ۴۔صفحہ ۱۹۳ ۳۳۔ابن ج ۱صفحہ ۳۸۱

۳۴۔تذ ج ۳صفحہ ۲۷۱ ۳۵۔جزیرہ نمائے عرب پانچ حصوں پر منقسم ہے۔

پہلا یمن دوسرا حجاز تیسرا تہامہ چوتھا نجد پانچواں یمامہ (صناجۃ الطرب)

۳۶۔اگلے زمانے میں طریقہ تعلیم یہ تھا کہ استاد کسی اونچے مقام پر بیٹھ کر کسی موضوع کی نسبت زبانی تقریر کرتا تھا اور شاگرد اس کو سنتے اور ضبط کرتے تھے اس طریقہ کا نام املا تھا۔وقت ضرورت ایک یا زاید اشخاص اس غرض سے کھڑے ہو جاتے تھے کہ استاد کے الفاظ شاگردوں تک پہنچاتے جائیں ان لوگوں کو مستملی کہتے تھے۔یہ طریقہ یورپ کے لیکچر کے طریقے سے مشابہ تھا۔

۳۷۔نزہۃ صفحہ ۷۲ ۳۸۔عیون ج ۲۔صفحہ ۸۰

۳۹۔نزہۃ صفحہ ۴۰۸ حصرم غورہ انگور کو کہتے ہیں اور زبیب کہتے ہیں انگور خشک کو جو کشمش کے نام سے مشہور ہے پس اس عبارت کے معنی یہ ہوئے کہ تم خام ہونے سے پہلے پختہ ہو گئے۔

۴۰۔نزہۃ صفحہ ۱۱۱ ۴۱۔عیون ج ۲۔صفحہ ۸۱

۴۲۔عیون ج ۲۔صفحہ ۱۳۳ ۴۳۔عیون ج ۲۔صفحہ ۲۱۰

۴۴۔یعنی مصنف کتاب نے یوں کہا۔استاد نے یوں کہا اور میں یوں کہتا ہوں۔

۴۵۔شق ج ۱ص ۱۶۸ ۴۶۔رحلۃ ج ۱ص ۱۱

آن کہ شیراں را کند روبہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆